

تیرے ہاتھ میں آئینہ
دے دوں تاکہ تو
اپنے جیسے کا عکس
دیکھ کر حیران رہ
جائے اور یہ حیرانی
دیکھنے والوں کے
لیے ایک تماشا بن
جائے۔

سہریلے، ہجوم دردِ غریبی سے ڈالے
وہ ایک مُشتِ خاک کہ صحرا کہیں جسے
ہے چشمِ تر میں حسرتِ دیدار سے نہاں
شوقِ عناں گسیختہ، دریا کہیں جسے
درکار ہے شگفتنِ گلہائے عیش کو
صبحِ بہار، پنبہٴ بینا کہیں جسے
غالبِ بُرا نہ مان جو واعظِ بُرا کہے
ایسا بھی ہے کوئی کہ سب اچھا کہیں جسے

شعر سے مقصود
صرف یہ ظاہر کرنا
ہے کہ محبوب کا
ثانی ہے ہی نہیں

ہے تو صرف اسی کا عکس ہے، جو آئینے میں نظر آئے۔

۲۔ محبوب کی بزمِ خیال سے مراد عاشق کا دل ہے، کیونکہ محبوب ہمیشہ اس میں جلوہ گر رہتا ہے۔

تشریح: حسرت نے تری بزمِ خیال میں نگاہوں کا ایک گلدستہ
فراہم کر رکھا ہے۔ اسی گلدستے کو لوگ سویدہ سمجھتے ہیں، یعنی وہ داغ
جو دل پر نقش ہوتا ہے۔

سویدہ کو گلدستہ نگاہ اس لیے کہا کہ اس میں اک گونہ سیاہی
ہوتی ہے اور سیاہی شادمانی سے محرومی کی دلیل ہے، یعنی نگاہیں محبوب
کی زیارت سے شرف حاصل کرنے کے لیے پیدا ہوتی رہیں، مگر زیارت
نہ ہو سکی اور وہ حسرت بنتی گئیں۔ اس طرح حسرت زدہ نگاہوں کا ایک
مجموعہ تیار ہو گیا چونکہ اسے بزم میں رکھنا مقصود تھا اور بزم میں گلدستہ رکھا